سنت نبوی ﷺ سے احکام قرآنی کا نسخ اور فکر فراہی

تحریر: مسز منزہ مصدق' اسسٹنٹ پروفیسر' اسلامیات'
آزاد کشمیر یونیورسٹی

یوں تو یہ بحث کہ سنت قرآن مجید کی ناسخ ہو سکتی ہے یا نہیں بہت قدیم ہے- اس عنوان پر بحث کا آغاز قرن اول سے ہی ہو گیا تھا اور معتزلہ کے ظہور اور فروغ کے بعد جہاں اور نازک موضوعات زیر بحث آئے وہاں یہ مسئلہ بھی خصوصی طور پر محل بحث و تحقیق رہا- البتہ عہد حاضر میں اس عنوان پر لکھنے اور بحث آرائی کا سلسلہ مستشرقین کی اس عنوان سے خصوصی دلچسپی کا نتیجہ ہے-

چونکہ استشراق کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مسلم امہ کو قرآنی آیات کی توضیح وتشریح کیلئے احادیث نبویہ اور اقوال سلف سے ہٹا کر ذاتی سوچ یا ذاتی اجتہاد کے راستے پر ال دیا جائے- اسی لئے ان کی یہ تحقیقات دنیائے اسلام میں ایک نئی سوچ کی ترویج کا باعث ہوئیں (۱) اور اس نئی سوچ کی ترویج کی اشاعت دو اسلامی ممالک مصر اور ہندوستان میں خاص طور پر رہوئی- یہی وہ دور تھا جب برصغیر پاک وہند میں فراہی صاحب کی شخصیت سامنے آئی- فراہی صاحب مستشرقین کے خیالات سے متاثر نظر آتے ہیں- ان کے نزدیک احادیث کی حیثیت بطور استشہاد و استنباط کے قابل تسلیم نہیں ہے- اس کے پہلو بہ پہلو وہ سنت نبوی ﷺ سے احکام قرآنی کے نسخ کے قائل بھی نہیں ہیں- زیر نظر مقالے میں ان کی اس فکر کا ایک تقابلی جائزہ پیش کیا جائے گا- ان کی فکر پر نقد و محاکمہ سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نسخ کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم پر روشنی ڈال لی جائے-

نسخ کے لغوی معنی

لغت میں نسخ کے معنی نقیل' تحویل ابطال اور ازالہ کے ہیں- علامہ ابن منظور نسخ کے معنی نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"نسخ الشئی نیسخه وانتسخه واستنسخه :اکتتبه عن معارض التهذیب النسخ اکتتابك کتابا عن کتاب حرفاًبحرف 'والاصل نسخه 'والمکتوب عنه نسخه لانه قام مقامه والکاتب ناسخ ومنتسخ"(۲)

(نسخ کے معنی تجربہ کرنا' اس لئے کسی کتاب کو حرف بہ حرف نقل کرنے کو نسخہ کہا جاتا ہے- کتاب کا اصل مخطوطہ بھی نسخہ کہلاتا ہے- اور اس سے نقل کیا جانے

والا دوسرا مخطوطہ بھی کیونکہ وہ اصل کے قائم مقام ہوتا ہے اور لکھنے والے کو ناسخ یا مستنسخ کہا جاتا ہے۔

اور دوسرا معنی ابطال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والنسخ:ابطال الشیی واقامہ آخرمقا''(۳)

(نسخ کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ کسی چیز کو باطل قرار دینا اور دوسری کو اس جگہ رکھ دینا)

اور اس کے تبدیل اور ازالہ کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

النسخ تبدیل الشیی من الشیی :وھوغیرہ ونسخ آلایۃ بالآیہ ازالۃ مثل حکمھا''(۴)

(نسخ ایک چیز کو دوسری سے تبدیل کر دینا۔ کسی آیت کا آیت سے منسوخ ہونا یعنی اس کے حکم کا زائل ہو جانا)

علماء اصول کے ہاں نسخ کے معنی میں اختلاف ہے۔ علامہ سرخسیؒ نسخ کے معنی نقل ابطال اور ازالہ بیان کرتے ہیں اور ان کا نظریہ یہ ہے کہ نسخ کے تینوں معنی یعنی نقل' ابطال اور ازالہ مجازی ہیں نہ کی حقیقی (۵)

امام غزالیؒ کے نزدیک نسخ کا لفظ ازالہ اور نقل دونوں معنی میں حقیقی اور مشترک ہے۔ لکھتے ہیں:

''فاعلم ان النسخ عبارۃ عن الرفع والازالۃ فی وضع اللسان' یقال:نسخت الشمس الظل ونسخت الریح آلاثار' اذا ازالتھا'وقدیطلق لارادۃنسخ الکتاب 'فھومشترک ومقصود ناالنسخ الذی ھو بمعنی الرفع والازالۃ''(۶)

(نسخ کے معنی زبان کے محاورہ کے اعتبار سے کسی چیز کو زائل کر دینے کے ہیں۔ مثلاً سورج نے اندھیرے کو نسخ کر دیا (زائل کر دیا) یا آندھیوں نے آثار کو زائل کر دیا۔ کتاب کے لکھنے کو بھی نسخ کہتے ہیں۔ اس طرح یہ لفظ مشترک ہو گیا۔

علامہ بزدویؒ کے نزدیک نسخ کے حقیقی معنی تبدیل و ازالہ کے ہیں اور اس کلمہ کی اصل یہی ہے لکھتے ہیں:

''اماالنسخ فانہ فی اللغۃعبارۃعن التبدیل قال اللہ تعالی:واذابدلناآیۃوکان آیۃ(۷)فسمی النسخ تبدیلا ومنی التبدیل ان یزول شیی فیخلفہ غیرہ یقال نسخت.

الشمس الظل لانها تخلفه شيئا فشيئا هذا اصل هذه الكلمة وحقيقتها"(۸)

لغوی اعتبار سے نسخ کے معنی تبدیل کے ہیں اور تبدیلی کے معنی کوئی چیز زائل کر کے دوسری اس کی جگہ رکھ دی جائے- یہی اس لفظ کے حقیقی معنی ہیں-

مذکورہ بالا تعریفات سے معلوم ہوا کہ نسخ کے معنی ازالہ یعنی تبدیلی کے ہیں-

متقدمین کے نزدیک نسخ کا مفہوم

متقدمین، خصوصاً صحابہ وتابعین نسخ کو انتہائی وسیع معنوں میں استعمال کرتے تھے- یہ وہ دور تھا جب اسلامی علوم وفنون کی تدوین نہیں ہوئی تھی کہ نسخ کی مختلف حیثیات کو پیش نظر رکھ کر علیحدہ علیحدہ اصطلاحیں وضع کی جائیں- اس لئے معنی عام کی تخصیص، مجمل آیات کی تشریح، مطلق کی تقیید اور کسی حکم کلی سے استثناء کر دینے کو بھی نسخ سے بعبیر کیا جاتا تھا-(۹)

کیونکہ اس دور میں عام، خاص، مطلق، مقید، مجمل مبینکی اصطلاحیں وجود میں نہیں آئیں تھیں- اس کے علاوہ اس زمانہ میں قرآن مجید کی وہ آیتیں بھی ناسخ ہی سمجھی جاتی تھیں جن میں انسان کے اخلاق وعادات، رسم ورواج اور قدیم مذاہب کے مسخ شدہ مسائل کی اصلاح کی گئی تھی- اس زمانہ میں متقدمین اور سلف نے ان تمام مطالب کیلئے قرآن مجید کی اس آیت (مَا نَنْسَخ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا اَوْ مِثْلِهَا)(۱۰) سے صرف ایک اصطلاح نسخ وضع کر لی اور صرف یہی ایک اصطلاح ہر موقع پر استعمال کی جاتی- سلف کے کلام کا تتبع کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کے ہاں نسخ کا مذکورہ بالا مفہوم ہی تھا- علامہ شاطبیؒ نے "موافقات" میں مثالوں کے ذریعے متقدمین کے نسخ کے مفہوم کی تفصیل کے ساتھ وضاحت بیان کی ہے-(۱۱)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی یہ واضح کیا ہے کہ متقدمین نسخ کو اس کے لغوی معنی یعنی "الزلہ" میں استعمال کرتے تھے- ان کے نزدیک ایک آیت کے بعض اوصاف کا ازالہ کسی دوسری آیت سے کرنے کا نام نسخ ہے-(۱۲) یہ ازالہ اوصاف عام ہے اور انتہائے مدت عمل کا بیان بھی نسخ کی ہی ایک صورت ہے- متقدمین کے نزدیک نسخ کا باب انتہائی وسیع تھا- لیکن بعد کے دور میں متاخرین نے نسخ کو اس کے محدود معنی میں استعمال کرنا شروع کر دیا-

متاخرین کے نزدیک نسخ کا مفہوم

متاخرین نے باقاعدہ نسخ کی کوئی منطقی تعریف بیان نہیں کی- لیکن امام شافعیؒ کی کتاب

''الرسالہ'' میں دو متفرق مقامات پر ایسی عبارت ملتی ہے۔جن کا مدلل وہی معلوم ہوتا ہے جو اصولیینؒ کا ہے۔وہ فرماتے ہیں:

''ومعنی(نسخ)ترک فرضه-کان حقاًفی وقته وترکه حقاً اذانسخ الله''(۱۲)

(اس جملہ میں امام شافعیؒ نے واضح فرمایا کہ نسخ کے معنی ترک کے ہیں۔یعنی ایک فرض جو اپنے وقت میں تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ فرمایا تو اب اس کا ترک حق ہو گیا)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''ولیس فرض ابداالااثبت مکانه فرض'کما نسخت قبله بیت المقدس فاثبت مکانهاالکعبة-وکل منسوخ فی کتاب وسنة هکذا''(۱۳)

(اس عبارت میں امام شافعیؒ فرتے ہیں کہ کوئی فرض ایسا نہیں ہے جس کے منسوخ ہونے کے بعد اس کے مقام پر دوسرا فرض مقرر نہ کیا گیا ہو۔مثلاً بیت المقدس کا قبلہ ہونا منسوخ کیا گیا تو اس کی جگہ کعبۃ اللہ کو قبہ مقرر کیا گیا)

چنانچہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے ہر منسوخ کا یہی حال ہے۔

ان دونوں عبارتوں کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخ ایسا ترک رفع ہے جو اثبات کو لازم کرتا ہے۔یعنی ایک فرض حکم اگر ترک کیا گیا تو لازماً اس کی جگہ دوسرا فرض حکم نازل کیا گیا۔ **(۱۴)**

تخصیص اور نسخ میں فرق

تخصیص کے لفظی معنی کسی چیز کو خاص کر دینا'علیحدہ کر دینا(۱۵)اصطلاحاً تخصیص سے مراد عام وہ عام ہے جس کے حکم سے بعض افراد کو جدا کر لیا گیا ہو(۱۶)اور نسخ کے لغوی معنی زائل کر دینا' مٹا دینا یا تبدیل کر دینا کے ہیں۔ان تعریفوں پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ نسخ کا تعلق اس حکم سے ہے جس کو بالکلیہ ختم کر دیا گیا ہو اور اس حکم کی جگہ دوسرا حکم لے آیا جائے۔جبکہ تخصیص سے مراد یہ ہے کہ نوعیت حکم اسی طرح رہے اور اس کا اطلاق بھی ہو جائے۔مثلاً نماز تہجد پڑھنے کا حکم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص تھا لیکن امت کے حق میں عام تھا۔یعنی تخصیص نبی اکرم ﷺ کے حق میں منسوخ نہیں ہوئی صرف حق کا اطلاق بدل رہا ہے۔اور حکم میں تغیر و تبدیل واقع ہو رہی ہے۔

متاخرین میں سے امام شافعیؒ کے نزدیک نسخ۔ سے مراد حکم اول کا مکمل رفع ہے۔ امام صاحب تخصیص کی مثال آیت حد قذف (۱۷) اور آیت لعان (۱۸) بیان کرتے کے بعد فرماتے ہیں:

''فلمافرق الله بين حكم الزوج واقاذف سواه 'محدالقاذف سواه الا ان ياتى باربعةشهداء على'قال'واخرج الزوج باللعان من الحد:دل ذلك على ان قذفةالمحضات'والذين اريدوابالجلدقذفةيحرائرالبوالغ غير الازواج فى هذه الدليل على ماوصفت'من ان القرآن عربى'يكون منه ظاہره عاما'وصويرادبه الخاص'لا ان واحدةمن الآيتين نسخت الاخروى'ولكن كل واحدةمنهماعلى'حكم الله به'فيفرق بينهما حيث فرق الله'ويجمع ان جمع الله''(۱۹)

(جب اللہ تعالیٰ نے قذف اور لعان کی آیت میں سزا کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا تو معلوم ہوا کہ قذف کی سزا بیوی کے علاوہ کسی بالغ عورت پر تہمت لگانے کی ہے' چنانچہ ایک آیت کا عام حکم دوسری آیت سے مخصوص ہو گیا نہ کہ منسوخ اور دونوں حکم اللہ ہی کے ہیں۔ جہاں اللہ نے الگ رکھا' الگ رہیں اور یہاں جمع کیا جمع ہو جائیں)

حاصل یہ کہ آیت لعان اگر چہ مخصوص منفصل ہے لیکن امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق آیت حد قذف کی تخصیص یہی ہے نہ کہ نسخ جزئی جو کہ حنفی اصولیین کا نقطہ نظر ہے۔ لہذا امام شافعیؒ کے نزدیک نسخ سے مراد حکم اول کا مکمل رفع ہے۔ لیکن بعد میں آنے والے علماء اصول یعنی متاخرین نے نسخ کے اس مفہوم کی مزید وضاحت کی جس کی وجہ سے ''نسخ'' ان دیگر اطلاقات کے جو متقدمین کے ہاں عام تھے۔ اسی طرح ممیّز و ممتاز ہو گیا کہ نسخ کا مفہوم حکم اول کا حکم ثانی سے رفع کلی ہی اصطلاحی معنی قرار پایا۔ سوائے حنفی اصولیین کے جن کے نزدیک مخصص منفصل ''نسخ'' ہی کی صورت ہے۔

علماء اصول اور نسخ کی اصطلاحی تعریف:

نسخ کی اصطلاحی تعریف میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ علامہ بزدویؒ فرماتے ہیں:

''صوفى حق صاحب الشرع بيان محض الجدة الحكم المطلق الذى كان معلوما عندالله الاانه'اطلقه فصار

ظاهرة البقاء فی حق البشر و کان تبدیلا فی مقنا''(۲۰)

(صاحب شریعت کے حق میں یہ ایک مطلق حکم کی بیان مدت ہے جو اللہ کو پہلے سے معلوم تھی۔ لیکن اس نے اسے مطلق نازل کیا تھا۔ لہذا ہمارے علم میں یہ تبدیلی ہے)

علامہ جصاصؒ فرتے ہیں:

''والنسخ فی الشریعۃ ھو بیان مدۃ الحکم الذی کان فی توھمنا و تقدیرنا جواز بقائہ فتبین لنا ان ذلک الحکم مدتہ الی ھذہ الغایۃ' ولم یکن قط مراد ابعدھا''(۲۱)

(نسخ دراصل کسی حکم شرعی کی مدت کا بیان ہے۔ جو دراصل ہمارے لئے پہلے سے ہی متعین تھی۔ اس مدت کی انتہا کے بعد اب وہ حکم برقرار نہیں رہا)

امام غزالیؒ نے نسخ کی تعریف اس طرح کی ہے:

''انہ الخطاب الدال عل یارتفاع الحکم الثابت بالخطاب المتقدم علی وجہ لولاہ لکان ثابتابہ مع تراخیہ''(۲۲)

(جو حکم پہلے خطاب سے ثابت ہوا تھا دوسرے خطاب کے ذریعے اٹھالیا گیا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو حکم برقرار رہتا)

مذکورہ تعریفات کا جائزہ لینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حنفی اصولیین جن میں جصاص اور علاوہ بزدویؒ فرفہرست ہیں' بیان انتہائے مدت حکم'' کو نسخ قرار دیتے ہیں۔ جبکہ متکلمین اصولیین جن میں امام غزالیؒ اہم ہیں نسخ سے ''رفع حکم'' مراد لیتے ہیں۔

نسخ کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم سے یہ واضح ہوا کہ بیان ''انتہائے مدت حکم'' نسخ ہی ہے جو کہ تبدیلی ہی کی ایک صورت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک حکم کچھ مدت کیلئے نازل کیا اور مدت کے ختم ہونے کے بعد اس کو منسوخ (تبدیل) کر دیا۔ گویا حکم اول کا حکم ثانی کے ذریعہ رفع کلی ہو گیا۔

نسخ کی قسمیں:

قرآن کے احکام دو ذرائع سے منسوخ ہو سکتے ہیں:

اولاً: خود قرآن' قرآن کے کسی حکم کو منسوخ کر دے۔ ثانیاً: آنحضورﷺ اللہ تعالیٰ کے اذن سے قرآنی احکام کو منسوخ کر دیں۔ یا ان میں ردوبدل کر دیں۔ اس اعتبار سے احکام قرآنی کا نسخ

دو طریقوں سے ہوسکتا ہے:

۱- احکام قرآن کا قرآن سے نسخ

۲- احکام قرآن کا سنت سے نسخ

احکام قرآن کا قرآن سے نسخ:

قرآن کا قرآن سے نسخ ہوسکتا ہے- اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے- امام شافعیؒ سورہ بقرہ:۱۰۶ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"فاخبراللہ ان نسخ القرآن وتاخیرانزالہ لایکون الابقرآن مثلہ"(۲۳)ا

لرسالہ کے مذکورہ فقرات میں امام شافعیؒ نے وضاحت فرمادی کہ قرآن کا قرآن سے نسخ ہوسکتا ہے- امام شافعیؒ کے بعد حنفی اصولی عالم علامہ جصاص فرماتے ہیں:

"قدثبت نسخ القرآن بقرآن مثلہ"(۲۴)

اس طرح ابواسحاق شیرازیؒ اورابوالولید باجی نے بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے- لکھتے ہیں:

"لاخلاف بین اهل العلم فر جواز نسخ القرآن بالقرآن"(۲۵)
(یعنی نسخ القرآن بالقرآن کے جواز کے بارے میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے)

فکر فراہی اور نسخ القرآن بالقرآن:

فراہی صاحب بھی نسخ القرآن بالقرآن کے قائل ہیں- ان کے مؤقف کی وضاحت کرتے ہوئے امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

"قرآن کا کوئی حکم اگر منسوخ ہوا ہے تو قرآن سے ہی منسوخ ہوا ہے- یہ ناسخ ومنسوخ دونوں قرآن مجید میں موجود ہیں- قرآن کے کسی حکم کو قرآن کے سوا کوئی دوسری چیز منسوخ نہیں کرسکتی"(۲۶)

پس معلوم ہوا کہ فراہی صاحب بھی نسخ القرآن بالقرآن کے قائل ہیں- اس بارے میں ان کا مؤقف جمہور سے ہم آہنگ ہے-

احکام قرآنی کا سنت سے نسخ:

جہاں قرآن کے احکام منسوخ کرنے کا ایک ذریعہ خود قرآن ہے وہاں دوسرا ذریعہ سنت

ہے اورسنت قرآن کے احکام کی تشریح وتفسیر کرتی ہے- خاص کو عام اور مطلق کو مقید بھی کرتی ہے-خبر واحد کے ذریعے بھی قرآن حکیم کے احکام کو منسوخ کیا جاسکتا ہے- احکام قرآنی کا سنت سے متعلق نسخ کا جائزہ تین نکات کی صورت میں لیا جاسکتا ہے اور وہ یہ ہیں:

۱- سنت کے ذریعے احکام قرآنی میں نسخ وتخصیص

۲- حدیث متواترہ کے ذریعے احکام قرآنیہ کا نسخ

۳- خبر واحد کے ذریعے احکام قرآنیہ کا نسخ وتخصیص

۱-سنت کے ذریعے احکام قرآنی میں نسخ وتخصیص

حدیث وسنت کے ذریعے احکام قرآنی میں تعمیم وتخصیص جائز ہے اور اہل ظاہر کے علاوہ تمام مذاہب کے علماء اس پر متفق ہیں- اس حوالے سے چند امثلہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

i- ''اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ''(۲۷)

(صلوۃ کے لغت میں سترہ معنی ہیں- ان معانی میں صرف معنی نماز کو مختص کرنا اور پھر اس کا مخصوص طریقہ بتانا' نماز کے اوقات کا تعین کرنا' یعنی قرآن حکیم میں تو نماز کا عام حکم نازل ہوا لیکن حدیث میں مخصوص اوقات اور رکعات کا تعین کر دیا گیا-

ii- اس طرح آیت سرقہ کو حدیث نبوی ﷺ کے ذریعے سرقہ کی ایک مخصوص مقدار تک متعین کر دیا گیا' اور قطع ید کی ایک حد مقرر کر دی گئی'' (۲۸)

iii- اسی طرح آیت قرآنی ''یُوۡصِیۡکُمُ اللّٰہُ فِیۡۤ اَوۡلَادِکُمۡ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ''(۲۹)

(اللہ تمہاری اولاد کے باب میں تمہیں ہدایت دیتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے)

اس آیت کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے قاتل اور مخالف دین کا حامل ہونے والے کی تخصیص کر دی-

iv- ''فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ''(۳۰) اس فرمان میں لفظ ما عام ہے- جس کے تحت نماز میں مطلق قرات فرض ہے لیکن حدیث ''لا صلوۃ بفاتحۃ الکتاب''(۳۱) کے ذریعے نماز میں سورہ فاتحہ کی قرات کو خاص کر دیا گیا-

ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ جمہور حدیث وسنت کے ذریعے احکام قرآنی میں تعمیم وتخصیص

کے قائل ہیں جو نسخ ہی کی ایک صورت ہے۔

۲۔ حدیث متواترہ کے ذریعے احکام قرآنیہ کا نسخ

حدیث متواتر کے ذریعہ احکام قرآنیہ کے نسخ کے بارے میں دو مؤقف ہیں۔

i- وہ علمائے امت جو خبر متواتر کے ذریعے احکام قرآنیہ کے نسخ کے قائل ہیں۔

ii- وہ علمائے امت جو خبر متواتر کے ذریعے احکام قرآنیہ کے نسخ قائل نہیں ہیں۔

علامہ شوکانی نے جمہور مسلمین کے نقطہ نگاہ کو یوں بیان کیا ہے:

''یجوز نسخ القرآن بالسنة المتواتره عندالجمهور.......... وکان یقول ان ذلک وجه فی قوله تعلی: کُتِبَ عَلَیۡکُمۡ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الۡمَوۡتُ اِنۡ تَرَکَ خَیۡرَنِ الۡوَصِیَّةُ لِلۡوَالِدَیۡنِ وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ''(۳۲)فانه منسوخ بالسنةالمتواتر وهی قوله لا وصیة لوارث''(۳۳)

جمہور کے نزدیک سنت متواترہ سے قرآن کا نسخ جائز ہے۔(۳۴)اور اللہ تعالیٰ کے فرمان میں اس کی وجہ موجود ہے کہ تم پر فرض ہے کہ جب کسی کو موت آئے تو وہ والدین اور اقرباء کیلئے وصیت کر جائے تو پس سنت متواترہ کے ساتھ منسوخ ہے اور آنحضورﷺ کا ارشاد ہے کہ وارث کیلئے وصیت جائز نہیں۔

علامہ سرخسیؒ نے بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے کہ سنت قرآن کو منسوخ کر سکتی ہے۔(۳۵)

دوسرا مسلک حنفیہ، مالکیہ اور شوافع میں سے جوینی اور امام غزالیؒ کا ہے۔ وہ سنت متواترہ کے علاوہ سنت مشہورہ سے بھی قرآن کے نسخ کے قائل ہیں۔ احناف نسخ الکتاب بالسنۃ کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ حدیث متواتر قرآن کی طرح قطعی الثبوت ہے اور حدیث مشہور اپنی شہرت کی بناء پر قوت حاصل کر لیتی ہے۔ اس لئے وہ حدیث متواترہ کے لگ بھگ ہے۔ مزید برآں حدیث متواتر و مشہور دونوں وحی غیر متلو ہیں۔ احناف اس کی مثال یہ دیتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

''یَاَیُّهَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَکُمۡ وَاَیۡدِیَکُمۡ اِلَی الۡمَرَافِقِ وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِکُمۡ''(۳۶)

(اے ایمان والو: جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور کہنیوں تک اپنے ہاتھوں کو اور سروں کا مسح کرو۔ اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھوؤ)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پیروں کو دھونے کا حکم دیا ہے اور موزوں کے مسح پر مشتمل حدیث مشہور نے اس آیت کو منسوخ کر دیا) (۳۷)

امام غزالیؒ نے بھی نسخ القرآن بالسنۃ کے جواز پر محققانہ بحث کی ہے اور اس پر اشکالات کے جوابات وارد کیے ہیں۔ وہ بھی سنت متواترہ و مشہورہ سے قرآنی احکام کے نسخ کے قائل ہیں۔ (۴۸)

حدیث و سنت کے ذریعے احکام قرآنی کے نسخ کے عدم جواز کے قائلین:

امام شافعیؒ امام احمدؒ اہل ظاہر حدیث و سنت کے ذریعے احکام قرآنی کے نسخ کے قائل نہیں ہیں۔ اس بارے میں ابواسحاق شیرازی لکھتے ہیں:

> ''والسنۃ لیست القرآن ولا خیر امنہ لاتری انہ 'لایثاب علی تلاوۃ السنۃ کما یثاب علی تلاوتہ القرآن'' (۳۹)
>
> سنت قرآن کے مانند نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس سے بہتر دونوں کا امتیازی فرق ظاہر ہے۔ سنت کی تلاوت پر نہ تو اتنا ثواب ملتا ہے جتنا کہ قرآن حکیم کی تلاوت پر)

امام شافعیؒ بھی نسخ الکتاب بالسنۃ کے قائل نہیں ہیں۔ ان کا خیال بھی یہی ہے کہ آنحضورﷺ کا کام اور منصبی فریضہ صرف وحی کا اتباع کرنا ہے۔ اور یہ اختیار آپﷺ کو نہیں کہ جب چاہیں اپنے جی سے وحی میں ردو بدل کر ڈالیں۔ (۴۰)

حاصل بحث یہ ہے کہ جمہور سنت کے ذریعے احکام قرآنیہ کے نسخ کے قائل ہیں۔

خبر واحد کے ذریعے نسخ و تخصیص:

جہاں تک خبر واحد کے ذریعے کتاب اللہ کے احکام میں تخصیص و تعمیم کا تعلق ہے تو اس میں اختلاف ہے۔ مالکیہ اور شافعیہ عام کو ظنی الدلالۃ سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ بلا تکلیف خبر واحد سے قرآن کے عام کی تخصیص اور مطلق کی تقلید کا حکم دیتے ہیں۔ حنفیہ چونکہ عام کو قطعی الدلالۃ سمجھتے ہیں۔ اس لئے عام کی تخصیص اور مطلق کی تقید کیلئے کڑی شرائط عائد کرتے ہیں۔ اس لئے جو خبر واحد امام ابوحنیفہؒ کی عائد کردہ شرائط پر پورا اترے اور محدثین اور اصولیین اس کی قبولیت پر اتفاق کریں اس میں کسی قسم کا نقص و سقم نہ ہو اور اس کی سند و متن کی ضمانت کا فیصلہ دے دیا گیا ہو تو اس خبر واحد کے ذریعے احناف بھی قرآن کے عام کی تخصیص اور مطلق کی تقید کا حکم لگاتے ہیں۔ (۴۱)

اس بارے میں تخصیص عام کی چند امثلہ ملاحظہ ہوں:

۱- ''وَأُحِلَّ لَكُم مَّاوَرَاءَ ذٰلِكُمْ ''(۴۲)

اس آیت میں ''ما'' کلمہ عموم ہے-مگر حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ'' لاتنکح المراۃعلی عصتھا ولا علی خالتھا''(۴۳)اس کے مطابق بیوی کے ساتھ اس کی پھوپھی اور خالہ سے نکاح نہ کیا جائے-

جمہورعلماء کا موقف ہے کہ یہ خبرواحد ہےاوراس سے قرآن کے حکم کی تخصیص ہوئی ہے-

احناف بھی اس تخصیص کے قائل ہیں-مگران کے موقف کی تفصیل یہ ہے کہ لفظ وارء کے عمو میں(وَلَاتَنکِحُواالْمُشرِکَاتِ)کے ساتھ تخصیص ہوگئی-اب یہ ایک ظنی ہوگئی اس لئے خبرواحد سے مزید تخصیص ہوسکتی ہے-ابن ہمام کہتے ہیں''کہ یہ تخصیص احناف کے خلاف نہیں ہے(۴۴)

پھر یہ سوال بھی ابھرتا ہے کہ خبرواحد کے ذریعے تقیید جائز ہے-تقیید مطلق کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے-جمہورفقہا(حنابلۂ شافعیۂ اور مالکیہ)کے نزدیک خبرواحد سے تقیید ہوسکتی ہے اور احناف کے نزدیک خبرمشہور کے ساتھ بھی تقیید جائز ہے-مثلاًقرآن حکیم میں ارشاد ہے:

''اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓاْ اَيْدِيَهُمَا''(۴۵)

(چوری کرنے والے مرد اور عورت کا ہاتھ کاٹ دو)

اس آیت میں ہاتھ کاٹ دینے کا حکم ہے-مگر قید نہیں ہے کہ کہاں سے کاٹا جائے-قرآن حکیم کے اس مطلق حکم کو اس حدیث نے مقید کردیا جوعبداللہ بن عمر سے مروی ہے:

''قطع النبی سارقا المفصل''(۴۶)حضورﷺ نے چور کے ہاتھ کو گٹے کے جوڑ سے کاٹا)

احناف کے نزدیک یہ حدیث مشہور ہے اور اس کے ساتھ تقیید جائز ہے-جمہورفقہاء اور محدثین کے نزدیک یہ حدیث خبرواحد ہے-

بس معلوم ہوا کہ جمہورفقہاء اور محدثین خبرواحد اور خبرمشہورمتواتر کے ذریعے قرآنی احکام کے نسخ اور تعمیم وتخصیص کے قائل ہیں اور قائل ہی نہیں بلکہ انہوں نے اس پر عمل بھی کیا ہے-

ناسخ ومنسوخ کے بارے میں فکرفراہی

ناسخ ومنسوخ کے بارے میں مولانا جمہور سے ایک جداگانہ سوچ رکھتے ہیں-وہ نسخ القرآن کے تو قائل ہیں لیکن نسخ الکتاب بالسنہ کے بارے میں ہمیں ان کی سوچ جمہور سے منفرد نظر آتی ہے- مولانا فراہی سنت وحدیث کی حجیت کے اس طرح قائل نہیں جس طرح جمہور قائل ہیں-فراہی صاحب قرآن کی تفسیر میں کلام عرب تاریخی شواہد اور جاہلی اشعار کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں-اورحدیث

وسنت کو فرع کے درجے میں رکھتے ہیں- حدیث وسنت سے احکام قرآنیہ کے نسخ کے بارے میں ان کے نظریات ان کی تفسیر ''نظام القرآن'' میں ملتے ہیں اور اس کے علاوہ مختلف رسائل میں فکر فراہی سے متعلق مضامین کے بعض مباحث میں ناسخ ومنسوخ کے بارے میں ضمنی اشارات سے فراہی صاحب کے نقطہ نظر کو اخذ کیا گیا ہے-

فراہی صاحب کے نزدیک نسخ کا مفہوم:

جہاں قرآن کے احکام کو منسوخ کرنے کا ایک ذریعہ قرآن ہے وہاں دوسرا ذریعہ سنت ہے- اس بارے میں فراہی صاحب لکھتے ہیں:

''اس طرح یہ جاننا ضروری ہے کہ خبر متواتر قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتی- اس کی یا تو تاویل کریں گے یا اس بارے میں توقف کریں گے- لیکن اس کی خاطر قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتے...... اللہ کو اس فتنہ سے امان میں رکھے کہ ہم اس بات کے قائل ہوں کہ رسول اللہ کے کلام کو منسوخ کر سکتا ہے'' (۴۷)

دراصل مولانا فراہی کو نسخ کا مفہوم سمجھنے میں مغالطہ ہوا ہے- ورنہ وہ کبھی یہ کوقف اختیار نہ کرتے کہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ رسول اللہ کے حکم کو منسوخ کر سکتا ہے'' اصل حقیقت یہ ہے کہ جمہور مفسرین نسخ کو انتہائے بیان مدت'' سمجھتے ہیں- ان کے نزدیک نسخ حکم کا ختم کہا جانا نہیں ہے بلکہ مدت حکم کا بیان ہے- (۴۸)

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اصولیین کا موقف بھی یہی ہے اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ نسخ سے مراد حکم اول کا حکم ثانی سے رفع کلی ہے تو سوال یہ ہے کہ یہ رفع کلی کیوں ہو رہا ہے- اس مسئلے کو ذیل کی مثال سے واضح کیا جا سکتا ہے- قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

''يَاأَيُّهَاالْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلاً'' (۴۹)

(اے کپڑا اوڑھنے والے کھڑا رہا کر مگر رات کو تھوڑا)

قرآن حکیم کی اس آیت میں تہجد امت پر فرض قرار دی گئی لیکن...... تو مہینے تک صحابہ کرامؓ کو تہجد کی نماز کے سلسلے میں مشکلات پیش آئیں- مثلاً نصف اللیل کے تعین کے بارے میں ابہام پیدا ہو- بیمار اور معذور لوگوں کو وضو کرنے کے سلسلہ میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا- لوگوں کو رات کے پچھلے پہر نیند سے بیدار ہونا مشکل محسوس ہوا- اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان مشکلات اور اشکالات کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے امت پر تہجد فرض ہونے کے اس حکم کو قرآن حکیم کی اس آیت ''فَاقْرَءُ وْمَاتَيَسَّرَمِنَ

الْقُرْآنِ'' سے منسوخ کردیا(۵۰)

یہاں پر دو اشکالات پیدا ہوتے ہیں:

i- اللہ تعالیٰ کو ''قُمِ اللَّیْلَ'' کا حکم نافذ کرنے سے پہلے معلوم نہ تھا کہ لوگوں کو اس حکم کی تکمیل میں مشکلات پیش آئیں گے- ظاہر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتے -پس ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی حکمت کا منشاء یہ تھا کہ وہ حکم اتنی مدت کے لئے نافذ کر رہا ہے- لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مدت کی صراحت بیان نہیں کی اور اس حکم کے مدت کے علم کو مخفی رکھا- مثلاً جیسے کوئی طبیب حاذق کسی مریض کیلئے ابتداء میں ایک نسخہ تجویز کرتا ہے- اور بوقت تجویز یہ جانتا ہے کہ اس مریض کیلئے اس نسخہ کا استعمال ایک ہفتہ کروانا ہے- ایک ہفتہ گزرنے کے بعد طبیب اس کی جگہ دوسرا نسخہ بدل دیتا ہے- تو حکیم کا یہ دوسرا نسخہ تبدیل کرانا اس بناء پر نہیں کہ اس کو اپنے پہلے نسخہ میں آج کسی خرابی کا علم ہوا یا وہ ثانی نسخہ کی خوبی سے پہلے غافل تھا- اور آج وہ اس کے فائدہ پر مطلع ہوا- تو جس طرح ایک مدت گزانے پر نسخہ کی تبدیلی کمال طب ہے- اسی طرح احکام شرعیہ میں نسخ اور تبدیلی بھی اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت ہے- اور اللہ تعالیٰ کا قرآن کی کسی آیت کے بارے میں نسخ کا حکم دراصل مدت حکم کا بیان ہے-

ii- پس جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ نسخ مدت حکم کا بیان ہے تو کسی حکم کا رفع کلی ''بیان مدت'' ہی ہے اور یہ سنت کے ذریعے بھی ہوسکتا ہے اور قرآن کے ذریعے بھی- مثلاً آیت ''إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا''(۵۱) میں بیان وقت الصلوٰۃ'' کا تعین سنت نے کیا تو گویا ہم بیان احکام کے نسخ میں سنت کو بیان مدت سے تعبیر کرتے ہیں-

حاصل بحث یہ ہے کہ نسخ کے معنی ایک حکم کا دوسرے حکم کے ذریعے رفع کلی ہے- اور بلاشبہ اللہ کے سوا غیر اللہ کو یہ اختیار نہیں ہے- فراہی صاحب کو بنیادی طور پر نسخ کا مفہوم متعین کرنے میں مغالطہ ہوا ہے- مسئلہ یہ ہے کہ نسخ اللہ کے کسی حکم کو ختم کرنا نہیں بلکہ اللہ کے حکم کی انتہائے مدت کو بیان کرنا ہے- اور یہ کام سنت کے ذریعے بھی ہوسکتا ہے- لیکن فراہی صاحب سنت کو یہ درجہ دینے کیلئے تیار نہیں اور ان کے نزدیک سنت کو نسخ کا اختیار دینا فتنہ ہے- فراہی صاحب کے یہ الفاظ نسخ کے بارے میں ان کی پختہ فکر کی عکاسی کرتے ہیں- ورنہ صرف اس بات کو مفسر سمجھتے ہیں بلکہ وہ اس بات کے قائل ہی نہیں کہ وہ یہ حق سنت کو دیں-

سنت کے ذریعے احکام القرآنی میں تعمیم و تخصیص اور فکر فراہی

فراہی صاحب سنت کے ذریعے تعمیم و تخصیص کے قائل نہیں ہیں-ان کے مؤقف کی وضاحت کرتے ہوئے امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''قرآن کے کسی حکم میں اخبار احاد یا سنت کے ذریعے کوئی تخصیص تقیید یا تحدید نہیں کی جا سکتی''(۵۲)

مثلاً قرآن حکیم کی آیت ''اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ''(۵۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ زانی مرد و عورت کے لئے سو کوڑے کی سزا ہے- جب کہ نبی کی سنت متواترہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی شدہ زانی مرد و عورت کو رجم کیا گیا تھا-مگر آنحضورﷺ نے اس آیت میں مذکور ''اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِیْ'' کی تخصیص فرماتے ہوئے صرف غیر شادی شدہ مرد و زن کو ہی اس کا مصداق ٹھہرایا-اس طرح آنحضورﷺ کا یہ بیان نہ تو قرآن سے متصادم ہے اور نہ ہی اس پر اضافہ- بلکہ احادیث متواترہ میں کم و بیش ۳۵ صحابہ کرامؓ نے اسے روایت کیا ہے-اس کے علاوہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے قوی دلائل اس بارے میں موجود ہیں-لیکن فراہی صاحب حدیث و سنت کو قرآنی احکام میں تخصیص و تعمیم کا یہ حق دینے کیلئے تیار نہیں ہیں-آیت زیر بحث میں مولانا فراہی کے مؤقف کی وضاحت کرتے ہوئے امین احسن اصلاحی کہتے ہیں:

''کہ ''اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِیْ'' کہا جائے تو شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کا تصور کہاں حائل ہوتا ہے کہ اس سے شادی شدہ مراد نہیں لیا جا سکتا- دونوں پر اس کا اطلاق ہونا چاہیے-اس لئے کہ وہ تمام شرائط جو زنا کے ہیں وہاں بھی پائے جاتے ہیں اور کوئی قرینہ بھی پہلے سے ایسا موجود نہیں ہے بلکہ یہ نسخ ہے-اور نسخ سے متعلق وہی حکم ہے جو بیان کیا جا چکا ہے-(۵۴)

اس بحث میں مولانا نے ایک خلط مبحث پیدا کر دیا اور وہ یہ ہے کہ تخصیص کو نسخ کا مترادف ٹھہرایا- حالانکہ امت مسلمہ کا کوئی ایک صاحب علم بھی آیت جلد اور اس کے حکم کو اس طرح منسوخ نہیں مانتا جس طرح مولانا بتا رہے ہیں، تمام علماء اسے تقیید و تخصیص مانتے ہیں-البتہ متقدمین اصولیین نے نسخ کی جو اصطلاح استعمال کی ہے-اس کے مطابق انہوں نے شادی شدہ کے حق میں آیت کو نسخ مانا مگر ان کا نسخ دراصل تخصیص و تقیید ہی کی ایک صورت تھی- جس سے آیت کا حکم مرتفع نہیں ہوتا لیکن شادی شدہ کے حکم میں یہ ''بیان مدت'' ہی ہے-فراہی صحاب کو نسخ کے مفہوم کے تعین میں شبہ پیدا ہوا-

دوسرا پہلو یہ ہے کہ احکام میں تعمیم و تخصیص دراصل تغیر و تبدل ہی کی ایک صورت ہے- اور تعمیم

وتخصیص اور تغیر وتبدل میں ایک فرق ملحوظ خاطر رہے کہ تغیر وتبدل کا تعلق حکم کے ساتھ جبکہ تعمیم وتخصیص کا تعلق حکم کے ماننے والوں (محکوم) کے ساتھ ہے- اور یہ بھی تبدیلی ہی کی ایک صورت ہے- لیکن فراہی صاحب تبدیلی کا یہ اختیار بھی سنت وحدیث کو دینے کیلیے تیار نہیں ہیں- اس حوالے سے امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''زدہ (حدیث) قرآن کے کسی حکم کی ناسخ اسی وجہ سے نہیں ہوسکتی کہ پیغمبر ﷺ کو یہ حق سرے سے حاصل ہی تھا کہ آپ ﷺ اللہ کے حکم میں سرمو تبدیلی کر سکیں'' (۵۵)

اسی طرح خبر واحد کے بارے میں بھی مولانا فراہی تعمیم وتخصیص کے قائل نہیں ہیں اور اسے نسخ قرار دیتے ہیں--

مذکورہ بالا بحث سے نسخ سے متعلق مولانا فراہی کی فکر سے مندرجہ ذیل نکات کا استنباط ہوتا ہے:

۱- فراہی صاحب کے نزدیک نسخ سے مراد حکم اول کا حکم ثانی سے رفع کلی ہے- جبکہ جمہور مفسرین نسخ کو بیان انتہائے مدت'' سے تعبیر کرتے ہیں-

۲- مولانا فراہی خبر متواتر اور اخبار احاد سے نسخ کے قائل نہیں ہیں-

۳- فراہی صاحب کے نزدیک نسخ اور تخصیص میں فرق ہے- نسخ پورے حکم کا رفع کلی ہے جبکہ تخصیص حکم کے بعض حصے کا رفع ہے-

۴- جمہور کے نزدیک سنت کے ذریعے احکام قرآنی میں تعمیم وتخصیص تبدیلی ہی کی ایک صورت ہے اور یہ سنت کے ذریعے جائز ہے- جبکہ فراہی صاحب کے نزدیک تبدیلی کی یہ صورت بھی نسخ ہے-

مصادر وحواشی

۱۔ محمود الحسن عارف، سنت نبویہ سے احکام قرآن کا نسخ، منہاج، ۲/۲ لاہور ۱۹۹۴ء، ۱۰

۲۔ ابن منظور، لسان العرب، ۳/۶۱

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً، سیوطی الاتقان فی علوم القرآن، ۲/۲۰، المنجد، ۱۰۱، جصاص، الفصول فی الاصول، ۲/۱۹۷

۵۔ سرخسی، اصول سرخسی، ۲/۵۵

۶۔ غزالی، المستصفی، ۸۶

۷۔ النحل: ۱۰۱

۸۔ بزدوی، اصول بزدوی، ۲۱۸

۹۔ ابن القیم، اعلام الموقعین، ۱/۳۹

۱۰۔ البقرہ/۱۰۶

۱۱۔ الشاطبی، الموافقات، ۳/۱۰۸، ۱۱۵

۱۲۔ شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ۱۵، ۱۶

۱۳۔ شافعی، الرسالہ، ۱۲۲

۱۴۔ ایضاً، ۱۰۹، ۱۱۰

۱۵۔ المنجد، ۲۷۰

۱۶۔ الشاشی، اصول الشاشی مع احسن الحواشی، ۷

۱۷۔ سورہ النور: ۴

۱۸۔ سورہ النور: ۸-۹

۱۹۔ شافعی، الرسالہ، ۱۴۸

۲۰۔ بزدوی، اصول بزدی، ۲۱۸

۲۱۔ جصاص، الفصول فی الاصول، ۲/۱۹۷

۲۲۔ غزالی، المستصفی، ۸۶، رازی، المحصول، ۱/۵۲۸

۲۳۔ شافعی، الرسالہ ۱۰۷

۲۴۔ جصاص، الفصول فی الاصول ۲/ ۳۲۱

۲۵۔ ابوالولید باجی، الاشارہ ۳۹۴، ابواسحاق شیرازی، اللمع فی اصول الفقہ ۵۹

۲۶۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن ۱/ ۲۷۱

۲۷۔ البقرۃ: ۴۲

۲۸۔ آیت سرقہ، المائدہ: ۵، حدیث جس میں قطع ید کی حد مقرر کی گئی ہے یہ ہے "قطع الید فی ربع دینار فصاعداً" الدارمی، السنن، کتاب الحدود، باب ما یقطع فیہ الید، رقم حدیث ۲۳۰۰، ۲/ ۲۶۲

۲۹۔ النساء: ۱۱

۳۰۔ المزمل: ۲۰

۳۱۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاذان، باب وجوب القراۃ الامام، رقم حدیث ۷۵۶

۳۲۔ البقرۃ: ۱۸۰

۳۳۔ ترمذی، الجامع، کتاب الوصایا، باب ماجاء لا وصیۃ لوارث، رقم حدیث ۲۱۲۰

۳۴۔ شوکانی، ارشاد الفحول ۸۷، زرقانی، مناھل العرفان ۲/ ۲۳۷

۳۵۔ سرخسی، اصول سرخسی ۲/ ۶۷

۳۶۔ المائدہ: ۶

۳۷۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الخفین، رقم حدیث ۱۵۰

۳۸۔ غزالی، المستصفیٰ فی اصول الفقہ ۲/ ۱۲۵

۳۹۔ ابواسحاق شیرازی، اللمع فی اصول الفقہ ۱۳۱-۱۳۲

۴۰۔ شافعی، الرسالہ ۱۰۶، ۱۰۷

۴۱۔ وھبہ الزحیلی، اصول الفقہ الاسلامی ۱/ ۲۶۲

۴۲۔ النساء: ۲۴

۴۳۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب تحریم الجمع بین المراۃ وخالتھا وعمتھا فی النکاح، رقم حدیث ۳۴۲۲

۴۴۔ ابن ہمام، فتح القدیر، ۲/۲۱۹

۴۵۔ المائدہ: ۳۸

۴۶۔ یوسی الزیلعی، نصب الرایہ لاحادیث الھدایہ، ۳/۳۷۰

۴۷۔ فراہی، مجموعہ تفاسیر فراہی، ۳۹

۴۸۔ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ۲/۲۱، بزدوی، اصول بزدوی، ۲۲۴، زرقانی، مناھل العرفان فی علوم القرآنا، ۲/ ۲۲۳۸، جصاص، احکام القرآن، ا/ ۶۸-۶۹

۴۹۔ المزمل: ۲

۵۰۔ المزمل: ۲۰

۵۱۔ النساء: ۱۰۳

۵۲۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ۴/۵۰۱

۵۳۔ النور: ۲

۵۴۔ امین احسن اصلاحی، مبادی تدبر حدیث، ۴۵

۵۵۔ ایضا، ۴۰